

اسلام اور ضبط ولادت

چند سال سے ہندوستان میں ضبط ولادت (Birth Control) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ اس کی تائید میں نشر و اشاعت کرنے، اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلانے، اور اس کے عملی طریقوں کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے لیے انجمنیں قائم ہو چکی ہیں، اور رسالے شائع کیے جا رہے ہیں۔ لکھنؤ میں عورتوں کی آل انڈیا کانفرنس نے اس کی حمایت میں قرارداد منظور کی۔ کراچی اور بمبئی کی مجلس اہلہ میں اس کی عملی تعلیم رائج کرنے پر بحث کی گئی۔ میسور، مدراس، اور بعض دوسرے مقامات پر خاص اسی غرض کے لیے (Clinics) قائم کیے جا چکے ہیں۔ لندن کے برتھ کنٹرول انٹرنیشنل انفارمیشن سنٹر کی ڈائریکٹر مسز ایڈتھ ہومارٹن (Mrs. Edith How Martyn) ہندوستان میں اس تحریک کی نشر و اشاعت کے لیے دورہ کر رہی ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے کنشنر ڈاکٹر ہٹن (Hutton) نے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو خطرناک ظاہر کر کے ضبط ولادت کی ترویج پر زور دیا ہے۔ ان سب کے بعد حال میں کنسل آف انڈیا کے ایک مسلمان ممبر نے حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ہندوستان میں آبادی کی افزائش کو روکنے کے لیے عملی تدابیر اختیار کرے۔ اگرچہ حکومت ہند نے اس وقت اس تجویز کو رد کر دیا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اگر اسی رفتار کے ساتھ ضبط ولادت کی تائید میں ملے عام کی قوت بڑھتی ہی، تو ایک دن شاروا ایکٹ کی طرح مصیبت بھی ہندوستان پر مسلط ہو جائے گی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے پر اسلامی نقطہ نظر سے بحث کی جائے، خصوصاً اس وجہ سے حکومت کے سامنے اس تجویز کو پیش کرنے والے ایک مسلمان صاحب ہیں، جنہیں قوم نے منتخب کر کے اپنی نمایندگی

کے لیے نسل آفٹ ایٹ میں بھیجا ہے اور ان صاحب نے اپنی تقریر میں حکومت کو یقین دلایا ہے کہ: ”کوئی مذہب ضبط ولادت کی راہ میں مانع نہیں ہے۔“ اس کے بعد اگر اسلامی قوانین کا علم رکھنے والے خاموش ہیں تو عام طور پر یہ گمان کر لیا جائے گا کہ اسلام ضبط ولادت کی تحریک کا حامی ہے، یا کم از کم اس کو جائز رکھتا ہے۔

قبل اس کے کہ اس مسئلہ پر اسلامی نقطہ نظر سے بحث کی جائے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ضبط ولادت کی تحریک کیا ہے؟ کس طرح شروع ہوئی؟ کن اسباب سے اس نے ترقی کی؟ اور جن مالک میں اس نے رواج دیا اس کے کیا نتائج رونما ہوئے؟ جب تک یہ مقدمات اچھی طرح ذہن نشین نہ ہو جائیں گے، شرع اسلام کا فتویٰ ٹھیک ٹھیک سمجھ میں نہ آئے گا، نہ دل اس پر مطمئن ہو سکیں گے۔

تحریک ضبط ولادت کا مقصد ضبط ولادت کا اصل مقصد نسل کی افزائش کو روکنا ہے۔ قدیم زمانے میں اس کے لیے استقامت قتل اولاد، اور برہم چرچ (ضبط نفوس) خواہ وہ تجربہ کی شکل میں ہو یا حاصل کے باوجود مقیاس سے پرہیز کی شکل میں اس کے طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ آج کل موخر الذکر دونوں طریقوں کو ترک کر دیا گیا ہے، اور ان کے بجائے یہ طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ مقاربت تو کی جائے، مگر دواؤں یا آلات کے ذریعہ سے استقامت حل کو روک دیا جائے۔ استقامت کا طریقہ بھی کثرت کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں رائج ہے لیکن برتھ کنٹرول کی تحریک صرف مانع حل تدبیر پر زور دیتی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ان تدابیر کا ظلم اس قدر عام کر دیا جائے، اور ان کے ذرائع اس کثرت کے ساتھ فراہم کیے جائیں کہ ہر بالغ مرد و عورت ان سے فائدہ اٹھا سکے۔

تحریک کی ابتدا | یورپ میں اس تحریک کی ابتدا اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوئی ماس کا پہلا محرک غالباً انگلستان کا مشہور ماہر معاشیات، مالتھوس (Malthus) تھا۔ اس کے عہد میں ^{انگریزی} قوم کی روز افزوں خوش حالی کے سبب انگلستان کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی۔ آبادی کی اس توفیر کو دیکھ کر اس نے حساب لگایا کہ زمین پر قابل سکونت جگہ محدود ہے، اور اسی طرح میشت کے وسائل بھی محدود ہیں لیکن نسل کی افزائش غیر محدود ہے اگر نسل اپنی فطری رفتار کے ساتھ بڑھتی رہے تو

زمین اس کے لیے تنگ ہو جائے گی وسائل معاش کفایت نہ کر سکیں گے، اور افزائش نسل کے ساتھ معیاً زندگی پست ہوتا چلا جائے گا۔ لہذا نسل انسانی کی خوشحالی آسائش اور فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ اس کی افزائش، وسائل معاش کی وسعت کے ساتھ متناسب رہے اور اس سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ اس غرض کے لیے اس نے برہم چرچ کے قدیم طریقے کو رائج کرنے کا مشورہ دیا یعنی بڑی عمر میں شادی کی جائے۔ اور تامل کی زندگی میں ضبط نفس سے کام لیا جائے۔ یہ خیالات پہلی مرتبہ ۱۷۹۶ء میں اس نے

اپنے ایک رسالہ (An Essay on Population as it Effects the Future

Improvement of Society

میں پیش کیے تھے۔

اس کے بعد فرانس پلاس (Francis Place) نے فرانس میں افزائش نسل کو روکنے کی ضرورت پر زور دیا مگر اس نے اخلاقی ذرائع کو چھوڑ کر دواؤں اور آلات کے ذریعے منع حمل کی تجویز پیش کی۔ اس رائے کی تائید امریکہ کے ایک مشہور ڈاکٹر چارلس نولٹن (Charles Knowlton

نے ۱۸۵۳ء میں کی۔ اس کی کتاب ثمرات فلسفہ (The Fruits

of Philosophy) غالباً پہلی کتاب ہے جنہیں منع حمل کے طبی طریقوں کی تائید

کی گئی تھی اور ان کے فوائد پر زور دیا گیا تھا۔

ابتدائی تحریک کی ناکامی | ابتدا میں اہل مغرب نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی ماس لیے کہ نظریہ اصلاً اور اس کا سبب غلط تھا۔ مانتھوس حساب لگا کر یہ تو دیکھ سکتا تھا کہ آبادی کس رفتار سے بڑھتی

ہے لیکن اس کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ وسائل معاش کس رفتار سے بڑھتے ہیں، اور زمین میں قدرت کے کتنے خزانے پوشیدہ ہیں جو علم کی ترقی، عقل کی کارفرمائی اور قوت سے بھرتے چلے آتے ہیں اور انسان کے وسائل معاش میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا تصور معاشی ترقی کے ان پائے

تک پہنچ ہی نہ سکتا تھا جو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے، اور اس کے بعد قوتِ فعل میں آئے انیسویں صدی کے پچ آخراًک یورپ کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھتی رہی، یہاں تک کہ ۷۷ سال کے اندر تقریباً دوگنی ہو گئی۔ خصوصاً انگلستان کی آبادی میں تو حیرت انگیز اضافہ ہوا جس کی مثال نسلِ انسانی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ۱۹۷۰ء میں اس ملک کی آبادی ۱۲ ملین تھی ۱۹۸۰ء میں ۳۰ ملین تک پہنچ گئی لیکن اس اضافے کے ساتھ ساتھ معاشی وسائل میں بھی زبردست ترقی ہوئی صنعت و تجارت میں یہ ممالک تمام دنیا کے اجارہ دار ہو گئے ان کی زندگی کا انحصار خود اپنی زمین کی پیداوار پر نہ رہا بلکہ وہ اپنی مصنوعات کے معاوضہ میں دوسرے ممالک سے سامانِ غذا حاصل کرنے لگے، اور نسل کی زبردست افزائش کے باوجود ان کو کبھی یہ محسوس نہ ہوا کہ زمین ان کی بڑھتی ہوئی نسلوں کے لیے تنگ ہو گئی ہے، یا قدرت کے خزانے ان کی افزائش نسل کا ساتھ دینے سے انکار کر رہے ہیں۔

جدید تحریک | انیسویں صدی کے پچ آخراً میں ایک نئی تحریک اٹھی جو نواتھموسی تحریک Neo-Malthusian Movement کہلاتی ہے ۱۸۷۰ء میں سنترامی

اور چالیس بریڈلانی ڈاکٹر نوٹن کی کتاب "ثمراتِ فلسفہ کو انگلستان میں شائع کیا حکومت نے اس پر مقدمہ چلا دیا، اور مقدمہ کی شہرت نے عوام کو اس تحریک کی طرف متوجہ کر دیا ۱۸۷۰ء میں ڈاکٹر ڈریسڈیل Drysdale کے زیرِ صدارت ایک انجمن قائم ہو گئی جس نے ضبط ولادت کی تائید میں نشر و اشاعت شروع کر دی۔ اس کے دو سال بعد سنزبینٹ کی کتاب قانونِ آبادی

Law of Population شائع ہوئی جس کے ایک لاکھ پچتر ہزار نسخے پہلے ہی سال فروخت ہو گئے ۱۸۷۰ء میں تحریک ہالینڈ، بلجیم، فرانس اور جرمنی میں پہنچی اور اس کے بعد فوج رفتہ یورپ اور امریکہ کے تمام متمدن ممالک میں پھیل گئی۔ باقاعدہ انجمنیں قائم ہوئیں جنہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعہ سے لوگوں کو ضبط ولادت کے فوائد اور اس کے عملی طریقوں سے آگاہ کیا، اس کو اخلاقی نقطہ

نظر سے جائز بلکہ مستحسن اور معاشی نقطہ نظر سے مفید بلکہ قطعاً ناگزیر بتایا گیا اس کے لیے دواؤں ایجاد کی گئیں آلات بنائے گئے عام لوگوں کی دست رس تک ان چیزوں کو پہنچانے کا انتظام کیا گیا اور جگہ جگہ (Birth Control Clinics) قائم کیے گئے جہاں عورتوں اور مردوں

کو ضبط ولادت کے لیے ماہرانہ مشورے دیے جانے لگے۔ اس طرح اس نئی تحریک نے بہت جلدی فروغ پالیا، اور اب روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ترقی کے اسباب | دور جدید میں اس تحریک کے پھیلنے کی اصلی وجہ وہ نہیں ہے جس کی بنا پر ابتدا میں تھوڑے نے افزائش نسل کو روکنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ دراصل یہ نتیجہ ہے مغرب کے جدید صنعتی انقلاب

(Industrial revolution) اور سرمایہ دارانہ نظام اور مادہ پرست تہذیب اور نفس پرست تمدن کا۔ آئیے اب ہم ان اسباب میں سے ایک ایک پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ اس نے مغربی قوموں کو کس طرح ضبط ولادت پر مجبور کیا ہے۔

۱۔ انقلاب صنعتی | یورپ میں جب مشین ایجاد ہوئی، اور مشترک سرمائے سے بڑے بڑے کارخانے قائم کر کے کثیر پیداوری (Mass-Production) کا سلسلہ شروع ہوا تو

دیہات کی آبادیاں کھیتی باڑی کو چھوڑ کر کارخانوں میں کام کرنے کے لیے شہروں کی طرف آئے گئیں، یہاں تک کہ ریہات اجڑ گئے اور بڑے بڑے عظیم الشان شہر وجود میں آئے، جہاں لکھو کھا آدمی ایک محدود جگہ میں مجتمع ہو گئے۔ اس چیز نے ابتدا میں یورپ کی خوشحالی کو خوب بڑھایا لیکن بعد میں اس نے بے معاشی مشکلات پیدا کر دیں۔ زندگی کے لیے جدوجہد بڑھ گئی۔ مقابلہ سخت ہو گیا۔ معاشرت کا معیار بلند ہوا۔ ضروریات زندگی نے دست اختیار کی اور ان کی قیمتیں اتنی بڑھ گئیں کہ محدود آمدنی رکھنے والوں کے لیے اپنی خواہشات کے مطابق اپنی معاشرت کے بلند مرتبے کو قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ کمزور طبقوں میں جگہ کم اور کرے زیادہ ہو گئے۔ کسانے والوں کے لیے کھانے والوں کا وجود دیکھ بھرنے لگا۔ بال

کے لیے اولاد اور شوہروں کے لیے بیویوں تک کی پرورش ناقابل برداشت بار بن گئی۔ اور ہر شخص مجبور ہوا کہ اپنی آمدنی کو صرف اپنی ذات پر خرچ کرے، اور دوسرے حصہ داروں کی تعداد جہاں تک ممکن ہو گھٹا دے۔

۲۔ عورتوں کا معاشی استقلال | ان حالات میں عورتوں کو مجبوراً اپنی آپ کفالت کرنا اور خاندان کے کمانے والے افراد میں شامل ہونا پڑا معاشرت کی تدیم اور فطری تقسیم عمل جس کی رو سے مرد کا کام کمانا اور عورت کا کام گھر کا انتظام کرنا ہے، ہل ہو گئی۔ عورتیں کارخانوں اور دفاتروں میں خدمت کرنے کے لیے پہنچ گئیں، اور جب کسب معیشت کا بار ان کو سنبھالنا پڑا، تو ان کے لیے ناممکن ہو گیا کہ افزائش نسل اور پرورش اطفال کی اس خدمت کو بھی اس کے ساتھ ساتھ ادا کر سکیں جو فطرت نے ان کے پردہ کی تھی۔ ایک عورت جس کو اپنی ضروریات فراہم کرنے، یا گھر کے مشترک بجٹ میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لیے روزانہ کام کرنا ضروری ہے، کسی طرح اس بات پر آمادہ نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس حالت میں بچے بھی پیدا کرے و زمانہ حمل کی تکالیف اکثر عورتوں کو اس قابل نہیں رکھتیں کہ وہ گھر کے باہر کچھ زیادہ جسمانی یا دماغی محنت کر سکیں، خصوصاً حمل کے آخری زمانے میں تو ان کے لیے بیکار رہنا ضروری ہے۔ پھر وضع حمل اور اس کے بعد کچھ مدت تک بھی وہ کام کرنے کے قابل نہیں ہو سکتیں اس کے بعد بچے کو دودھ پلانا اور کم از کم تین چار سال تک اس کی نگرانی حفاظت اور تربیت کرنا ایسے حالات میں کسی طرح ممکن نہیں۔ نہ تو ماں اپنے شیرخوار بچے کو دفتر یا کارخانے میں لے جاسکتی ہے۔ نہ اپنی قلیل معاش میں اتنی گنجائش نکال سکتی ہے کہ بچہ کی نگہداشت کے لیے نوکر رکھے۔ اور اگر وہ اپنے ان فطری وظائف کو انجام دینے کے لیے ایک کافی عرصہ تک بیکار رہے تو بھوک کی مر جائے، یا شوہر کے لیے ناقابل برداشت بار بن جائے اس کے علاوہ جس کی وہ ملازمہ ہے، وہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ بار بار کئی کئی مہینے کے لیے رخصت لیتی رہے۔ غرض ان اسباب عورت اپنی فطری خدمت سے اعراض کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اور پیٹ کی ضروریات اس کے اُن زبردست جذبات کو سرد کر دیتی ہیں جو فطرت نے بچوں کے لیے اس کے سینے میں ودیعت کیے ہیں۔

۳۔ جدید تہذیب و تمدن | جدید تہذیب و تمدن نے بھی ایسے اسباب فراہم کر دیے ہیں۔ جو افزائش نسل سے عام نفرت پیدا کرنے والے ہیں۔

ماؤہ پرستی نے لوگوں میں انتہا درجے کی خود غرضی پیدا کر دی ہے ہر شخص اپنی آسائش کے لیے زیادہ سے زیادہ اسباب فراہم کرنا چاہتا ہے اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے رزق میں کوئی دوسرا حصہ لے خواہ وہ اس کا باپ بھائی بہن بیوی حتیٰ کہ اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

دولت مندوں نے نفس پرستی کے لیے عیش و عشرت کے بے شمار طریقے اور سامان ایجاد کر دیے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر اوسط اور ادنیٰ درجہ کے لوگ بھی ان کی ریس بھڑکانا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے اسباب عیش و عشرت لوگوں کے لیے لوازم حیات بن گئے ہیں اور لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ان چیزوں کے بغیر وہ کسی طرح جی ہی نہیں سکتے اس چیز نے معاشرت کے معیار کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ ایک قلیل المعاش آدمی کے لیے خود اپنے نفس کے بھی تمام مطالبات کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کجا کہ وہ بیوی اور اولاد کی ضروریات کا بھی کفیل ہو سکے۔

عورتوں میں تعلیم آزادی اور مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط نے ایک نئی ذہنیت پیدا کر دی ہے جو فطری وظائف سے ان کو روز بروز منحرف کرتی چلی جا رہی ہے وہ گھر کی خدمت اور بچوں کی پرورش کو ایک گھناؤنا کام سمجھتی اور اس سے جی چراتی ہیں۔ ان کو دنیا کی ہر چیز سے دلچسپی ہے مگر نہیں ہے تو گھر اور اس کے کام کاج اور بچوں کی نگہداشت سے۔ بیرون خانہ کے لطف چھوڑ کر اندرون خانہ کی تکلفیں برداشت کرنا وہ طاقت سمجھنے لگی ہیں۔ مردوں کے لیے جاذب نظر بنتے گئے لیے وہ لاغر اندام، نرم و نازک، حسین اور جوان بننا چاہتی ہیں۔ ان اغراض کے لیے وہ زہریلی دوائیں تک کھا کر جان

دے سکتی ہیں مگر بچے جن کو صحت خراب کرنا پسند نہیں کرتیں۔ مگر وہ بار و پید اپنے بناؤں گھار اور اپنے لباس پر خچ
ر سکتی ہیں، مگر بچوں کی پرورش کے لیے ان کے بحث میں گنجائش نہیں ملتی۔

تہذیب و تمدن نے انتہا درجہ کی نفس پرستی پیدا کر دی ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ
لذت حاصل کریں مگر اس لذت کے ساتھ جو متلج اور ذمہ داریاں فطرت نے مقرر کی ہیں ان سے بچے رہیں
زمانہ جل اور اس کے بعد بچوں کی پرورش سے اپنے عیش کو بکرا کرنا انہیں ناگوار ہوتا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت اور آئندہ زندگی میں ان کے لیے کامیابی کے مواقع پیدا کرنے کی خاطر
سے لوگ (خصوصاً متوسط طبقے والے) ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک دو بچوں سے زیادہ پیدا نہ کریں۔ ان کے معیار
اور تخیلات اتنے بلند ہو گئے ہیں کہ ان کے وسائل معاش ان تخیلات کا ساتھ نہیں دے سکتے، اور ایسے بلند
تخیلات کے مطابق زیادہ بچوں کو پرورش کرنا، تعلیم دلوانا، اور زندگی میں ایک اچھے آغاز Start
کے مواقع بہم پہنچانا ان کے لیے محال ہے اس کے ساتھ تمدن نے ذرائع تعلیم و تربیت کو نہایت گراں قیمت
بھی کر دیا ہے۔

دہریت نے لوگوں کے دلوں سے خدا کا خیال ہی مٹا دیا ہے، کجا کہ وہ اس پر بھروسہ
کریں اور اس کی رزق پر اعتماد رکھیں۔ وہ صرف اپنے موجودہ ذرائع ہی پر نظر رکھتے ہیں، اور خود اپنے آپ کے
اپنا اور اپنی اولاد کا رزق سمجھتے ہیں۔

یہ اسباب ہیں جن سے مغربی ممالک میں ضبط ولادت کی تحریک کو اس قدر تیزی اور وسعت
کے ساتھ فروغ حاصل ہوا۔ اگر آپ ان اسباب پر غور کی نظر ڈالیں گے تو معلوم ہو گا کہ اہل مغرب نے پہنچے

لے ابھی حال میں نیویارک کے ہیلیتھ کیشنر نے ایک تہیہ شائع کی تھی کہ عورتیں لاغراں ذمہ بنتے کے لیے ایک دوا کرتے

استعمال کر رہی ہیں جس کا نام Dinitrophenol ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ دوا

سخت زہریلی ہے اور اب تک بہت سی عورتیں اس کی سمیت سے مر چکی ہیں۔

ہی ایک غلطی کی کہ اپنے تمدن، معاشرت اور معیشت کو سرمایہ داری، مادیت، انفیس پرستی کی غلط بنیادوں پر تعمیر کیا، اور جب یہ تعمیر اپنے کمال کو پہنچ کر اپنے بڑے نتائج کا ہر کرنے لگی تو پھر انہوں نے دوسری حقیقت یہ کی کہ اس ظاہر فریب نظام معیشت و معاشرت، اور طرز تہذیب و تمدن کو عملی حالہ برقرار رکھ کر اس کے بڑے ثمرات سے بچنے کی کوشش کی۔ اگر وہ عقل مند ہوتے تو ان اصلی خرابیوں کو تلاش کرتے جن کی بدولت زندگی میں ان کے لیے یہ دشواریاں پیدا ہونی ہیں، اور ان کی اصلاح کے لیے کوشش کرتے لیکن انہوں نے اصلی خرابیوں کو سمجھا ہی نہیں، اور اگر سمجھا بھی تو یہ ظاہر فریب تہذیب و معاشرت ان کے لیے اس قدر خوشنما ہو چکی تھی کہ انہوں نے اس کو کسی صلح تر نظام حیات سے بدلتا پسند نہ کیا۔ برعکس اس کے انہوں نے چاہا کہ اس تہذیب و تمدن اور اس نظام معیشت و معاشرت کو قائم رکھ کر اپنی زندگی کی دشواریوں کو دوسرے طریقوں سے حل کریں۔ اس تلاش جو جس میں ان کو سب سے زیادہ آسان طریقہ یہی نظر آیا کہ اپنی نسلوں کو بڑھنے سے روک دیں تاکہ ان کو اپنے وسائل معاش اور اسباب عیش سے بلا شرکت غیر ملطعت اٹھانے کا موقع مل جائے، اور آئندہ نسلیں ان کے ساتھ حصہ بٹانے اور ان کی زندگی کو غیر مفید اور بے ذمہ داریوں سے گرا بنا کر کرنے کے لیے پیدا ہی نہ ہوں۔

نتائج | اب ایک نظر اس تحریک کے اُن نتائج پر بھی ڈال لیجیے جو گذشتہ ۶۰ سال کے عملی تجربہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ۶۰ سال کی مدت ایک ایسی تحریک کے حسن و قبح کا اندازہ کرنے کے لیے بالکل کافی ہے، جس کو مختلف ملکوں اور قوموں میں اس قدر کثرت کے ساتھ اشاعت نصیب ہوئی ہو، اور جس کے نتائج کی بار بار تحقیق کی جا چکی ہو۔

طبقات کا عدم توازن | برتھ کنٹرول کرنے والے ممالک میں سے انگلستان کو ایک نمونے کے ملک کی حیثیت لیجیے کیونکہ ہمارے پاس دوسرے ممالک کی نسبت اس کے متعلق زیادہ ذرائع معلومات ہیں، اور حالات کے اعتبار سے انگلستان اور دوسرے مغربی ممالک میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ انگلستان کے رجسٹر ارجنٹل کی

ریپورٹوں اور نیشنل برتھ ریٹ کمیشن کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ برتھ کنٹرول کا رواج سب سے زیادہ اعلیٰ اور اوسط طبقہ میں ہے۔ زیادہ تر اچھی تنخواہیں پانے والے کارکن، اعلیٰ تعلیم یافتہ کاروباری لوگ، متوسط طبقہ کے ذیلی حیثیت لوگ، اور دولت مند امراء، تجار اور کارخانہ دار اس تحرک پر عامل ہیں۔ رہے ادنیٰ طبقوں کے مزدور اور کام پیشہ، تو ان میں برتھ کنٹرول کا رواج بمنزلہ صفر ہے۔ نہ ان کے معیار زندگی زیادہ بلند ہوئے ہیں، نہ ان کے دلوں میں اونچے حوصلے ہیں، نہ ان میں دولت مندوں کی شان دار معاش اختیار کرنے کی ہوس ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کے ہاں ابھی تک وہی قدیم دستور جاری ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے۔ یہی وجہ ہے کہ معاش کی قلت، وسائل زندگی کی محروانی، اور مکانات کی تنگی کے باوجود وہ ضبط ولادت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان میں شرح پیدائش چالیس فی ہزار کے قریب ہے اور اس کے برعکس اعلیٰ اور اوسط طبقوں میں شرح پیدائش اتنی کم ہو گئی ہے کہ انگلستان کی مجموعی شرح پیدائش صرف ۱۶ فی ہزار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انگریزی سوسائٹی میں ادنیٰ طبقے بڑھ رہے ہیں، اور ان گلوں کی تعداد روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہے جو عقلی و ذہنی مرتبے کے لحاظ سے بلند درجہ رکھتے ہیں اور جن میں کمالیہ و رہنمائی کی صلاحیت ہے۔ یہ چیز آخر کار انگریزی قوم کے زوال کی موجب ہوگی۔ اس لیے کہ اس کا لازمی نتیجہ قحط الرجال ہے، اور قحط الرجال کے بعد کوئی قوم دنیا میں سر بلند نہیں رہ سکتی۔

زنا اور امراض خبیثہ کی کثرت | ضبط ولادت سے زنا اور امراض خبیثہ کو بڑا فروغ نصیب ہوا ہے۔ عورتوں کو وہ چیزیں اخلاق کے بلند معیار پر قائم رکھتی ہیں۔ ایک ان کی فطری حیا۔ دوسرے یہ خوف کہ حرامی بچہ کی پیدائش ان کو سائشی میں ڈیل کر دے گی۔ ان میں سے پہلی روک کو توحید پر تہذیب نے بڑی حد تک روک دیا۔ رقص، سرود، سینما، ٹائٹ کلبس، اور شراب نوشی کی محفلیں مردوں کے ساتھ آزادانہ شرکت کے بعد بیاہت کی رہ گئی ہے۔ رہا حرامی اولاد کی پیدائش کا خوف، تو ضبط ولادت کے رواج عام نے اس کو بھی باقی نہ بچا۔ اب عورتوں اور مردوں کو زنا کا عام شانس مل گیا ہے، اور زنا کی کثرت کے ساتھ امراض خبیثہ کا ہونا ضروری ہے۔

طلاق کی کثرت | ضبط ولادت بھی ان اسباب میں سے ہے جنہوں نے مغربی ممالک میں ازدواجی تعلقات کی بندشوں کو کمزور کر دیا ہے عورت اور مرد کے درمیان زوجی تعلق کو مضبوط کرنے میں اولاد کا بہت بڑا حصہ ہے جب اولاد نہ ہوگی تو زوجین کے لیے ایک دوسرے کو چھوڑ دینا بہت آسان ہوگا یہی وجہ ہے کہ یورپ میں طلاق کا رواج نہایت کثرت کے ساتھ پھیل رہا ہے، اور طلاق حاصل کرنے والوں میں بڑی اکثریت ان جوڑوں کی پائی جاتی ہے جو بے اولاد ہیں۔ حال کا واقعہ ہے کہ لندن کی عدالت طلاق میں دہرے کے اندر ۱۱۵ نکاح فسخ کرائے گئے اور بلا استثناء وہ سب کے سب ایسے جوڑے تھے جن کے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی۔

شرح پیدائش کی کمی | سب سے زیادہ اہم نتیجہ یہ ہے کہ جتنی قومیں اس وقت ضبط ولادت پر عمل کر رہی ہیں ان سب کی شرح پیدائش خوفناک حد تک کم ہو گئی ہے۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اس تحریک کی اشاعت ۱۸۷۶ء سے شروع ہوئی ہے۔ ذیل کے نقشے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس وقت مختلف ممالک کی فی ہزار شرح پیدائش کیا تھی اور اس کے بعد سے کس طرح گھٹتی چلی گئی۔

انگلستان اور ویلز	بلجیم	ڈنمارک	فرانس	جرمنی	اطلی	ہالینڈ	ناروے	سوڈن	سویٹزرلینڈ
۳۶ و ۳	۳۳ و ۲	۳۲ و ۶	۲۶ و ۲	۴۰ و ۹	۳۹ و ۲	۳۷ و ۱	۳۱ و ۸	۳۰ و ۸	۳۳ و ۰
۲۸ و ۵	۲۹ و ۳	۲۹ و ۷	۲۲ و ۰	۳۵ و ۷	۳۲ و ۶	۳۲ و ۳	۲۹ و ۶	۲۷ و ۰	۲۹ و ۰
۲۳ و ۱	۲۲ و ۶	۲۵ و ۶	۱۹ و ۰	۲۷ و ۵	۳۱ و ۷	۲۸ و ۳	۲۵ و ۲	۲۳ و ۱	۲۳ و ۱
۱۷ و ۸	۱۸ و ۹	۲۱ و ۰	۱۸ و ۸	۲۰ و ۷	۲۷ و ۸	۲۳ و ۸	۱۹ و ۷	۱۶ و ۹	۱۸ و ۲

یہ نقشہ ضبط ولادت کے نتائج صاف ظاہر کر رہا ہے! اس تحریک کے آغاز کی تاریخ سے تمام ممالک میں بلا استثناء شرح پیدائش کا کم ہونا اور برابر کم ہوتا چلا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ضبط ولادت اس کی تنہا وجہ نہیں تو ایک بہت بڑی وجہ ضرور ہے۔ خود انگلستان کے رجسٹرار جنرل نے تسلیم کیا ہے کہ شرح پیدائش

کے کم ہونے کی، ۷۰ فی صدی ذمہ داری برتھ کنٹرول کے رواج پہ ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مغربی ممالک کی شرح پیدائش کو گھٹانے میں ضبط ولادت کے مصنوعی ذرائع کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ اس سے زیادہ واضح طور پر ضبط ولادت کے نتائج معلوم کرنے کے لیے ان ممالک کی شرح مناکحت اور شرح پیدائش کا مقابلہ کیجیے انگلستان میں ۱۸۷۶ء سے ۱۹۰۱ء تک شرح مناکحت میں ۶۲ فی صدی کی کمی واقع ہوئی لیکن شرح پیدائش ۵۱ ر ۲۱ فی صدی کم ہو گئی۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۳ء تک شرح مناکحت بدستور قائم رہی مگر شرح پیدائش میں ۵۱ ر ۶۲ فی صدی کمی واقع ہوئی۔ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۶ء تک شرح مناکحت ۱۰ فی صدی اور شرح پیدائش ۲۵ فی صدی کم ہوئی یہی حال تمام یورپ کا رہا ہے۔ ۱۸۷۶ء اور ۱۹۲۶ء کے درمیان مختلف ممالک میں شرح مناکحت اور شرح پیدائش کا جو تناسب پایا گیا ہے اس کا حال ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا۔

شرح مناکحت فی صدی	شرح پیدائش فی صدی
فرانس	۶ ر ۷ اضافہ
جرمنی	۴ ر ۹ کمی
اطلی	۸ ر ۹
ہالینڈ	۳ ر ۱۰
سویڈن	۳ ر ۱۱
ڈن مارک	۳ ر ۱۲
نورٹھ لینڈ	۹ ر ۱۲
انگلستان اور ویلز	۳ ر ۱۳
ناروے	۰ ر ۲۶
۲ ر ۲۸ کمی	
۳ ر ۳۹	
۱ ر ۲۹	
۶ ر ۳۵	
۱ ر ۴۵	
۶ ر ۳۵	
۸ ر ۴۴	
۰ ر ۵۱	
۰ ر ۳۸	

اسی روش پر امریکہ بھی جا رہا ہے۔ وہاں ۵۰ سال کے اندر شرح پیدائش ۱۰ فی ہزار سے گھٹ کر ۲۱ فی ہزار رہ گئی اور ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۶ء تک شرح منکحت میں ۱۱ فی صدی کی کمی واقع ہوئی، مگر شرح پیدائش اس مدت میں ۱۷ فی صدی کم ہوئی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضبط ولادت پرمحل کرنے والے ممالک میں عورت اور مرد کے زوجی تعلقات روز بروز کم قدر بنے نتیجہ ہوتے جا رہے ہیں شادیوں میں جتنی کمی ہو رہی ہے۔ اس سے زیادہ کمی پیدائش میں ہو رہی ہے۔

شرح پیدائش کی اس روز افزوں کمی کے باوجود ان ممالک کی آبادی میں جو تھوڑا بہت اضافہ ہو رہا ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فن طب کی ترقی اور حفظان صحت کی وسیع تدابیر نے شرح اموات کو بھی بڑی حد تک گھٹا دیا ہے لیکن اب شرح اموات اور شرح پیدائش میں تھوڑا ہی سافرق رہ گیا ہے، اور عام طور پر خوف کیا جا رہا ہے کہ عنقریب شرح پیدائش، شرح اموات سے کم ہو جائیگی جس کے معنی یہ ہیں کہ ان قوموں میں جتنے آدمی پیدا ہوں گے ان سے زیادہ مر جائیں گے۔ انگلستان میں ۱۹۳۳ء کے ربع اول میں پیدائش کی تعداد ۴۸۶۷۵ تھی اور اموات کی تعداد ۴۹۰۰۰۔ گو یا تین مہینے کے اندر آبادی میں ۱۲۱۷ سے زیادہ کمی واقع ہوئی۔ ۱۹۳۲ء کے اسی زمانہ کی بنسبت پیدائش میں ساڑھے تین ہزار کمی ہوئی اور اموات میں ساڑھے ۱۶ ہزار کا اضافہ ہو گیا۔ ۱۹۳۳ء کے ربع دوم میں پیدائش کی تعداد اموات سے زیادہ تھی مگر آبادی کا اضافہ معمول سے کم رہا۔ اٹلی میں ۱۹۳۲ء کی بنسبت ۱۹۳۳ء میں ایک لاکھ ۲۲ ہزار بچے کم پیدا ہوئے۔ مگر اس مدت میں اموات کی کمی صرف ۵۵ ہزار تھی جبکہ زیادہ خطرناک حالت فرانس کی ہے جہاں ۲۲ صدی کے آغاز سے شرح پیدائش برابر گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ سترہویں شرح پیدائش ۲۲ اور ۳۴ تھی ۱۹۱۹ء میں ۲۲ ہو گئی، اور اب ۱۸ فی ہزار ہے لیکن شرح اموات کی تسلسل شرح پیدائش کی تسلسل کا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔

۱۹۳۲ء میں فرانس کے ۱۰ اقطاع) Departments) میں سے بارہ ایسے تھے جن

میں شرح پیدائش شرح اموات سے زیادہ تھی۔ ۱۹۳۳ء میں صرف چھ اقطاع ایسے رہ گئے اس کے معنی یہ ہیں کہ

ملک کے حصے آبادی میں تھوڑا سا اضافہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں ۸۴ حصے ایسے ہیں جہاں پیدائش کی نسبت اموات کی تعداد زیادہ ہے۔

توفیر آبادی کی کوششیں | ان حالات نے تمام یورپ کے دوراندیش مدبرین میں اضطراب پیدا کر دیا ہے مختصر اہم بیان کریں گے کہ مختلف ممالک میں شرح پیدائش کی اس کمی کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔

انگلستان ۱۹۸۱ میں ایک نیشنل برتھ ریٹ کمیشن مقرر کیا گیا جس میں طب، معاشیات، سائنس، عدویات (Statistics) تعلیم، اور دینیات کے ۲۳ ماہرین شریک کئے گئے حکومت کی جانب سے

ڈاکٹر سیونسن (Stevenson) اہتمم عدویات، اور سرائے تھورنوز ہوم (News- آپل میڈیکل آفیسر اس میں شریک ہوئے اس کمیشن کی طرف سے اب تک متعدد رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا ایک رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ۔

برطانیہ کو اپنی شرح پیدائش کی روز افزوں کمی پر نہایت درجہ تشویش کی نظر کرنی چاہیے،

اور اس کمی کو روکنے اور حتی الوسع زیادتی کی طرف سے جانے کے لیے ایسی عملی تدابیر اختیار

کرنی چاہئیں جو اس کے امکان میں ہوں۔

سر جانے نیومن جو انگلستان کی وزارت صحت کے چیف میڈیکل آفیسر ہیں، شرح پیدائش کی

کمی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اگر اس کمی کو نہ روکا گیا تو برطانیہ ایک چوتھے درجہ کی طاقت ہو جائیگی۔“

سر ولیم میورج (Beveridge) لندن اسکول آف اکنامکس کے ڈائریکٹر

نے حال میں اپنی ایک نشر صوتی تقریر میں کہا کہ اموات اور پیدائش کا تناسب اگر اسی رفتار سے بگڑتا رہا

تو آئندہ دس سال میں انگلستان کی آبادی گھٹنی شروع ہو جائے گی اور ۳۰ سال کے اندر یہ ۲ لاکھ کی کمی

واقع ہوگی۔ قریب قریب یہی رے یورپول یونیورسٹی کے پروفیسر کارسانڈرس کی ہے۔ اس خطرے کو دور

کرنے کے لیے ضبط ولادت کے خلاف تحریک شروع ہو گئی ہے۔ اور جمعیت حیات قومی (League of National Life) کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی ہے جس میں ممتاز مرد اور خواتین شریک ہیں۔

فرانس حکومت کو اس خطرے کا احساس ہو گیا ہے کہ شرح پیدائش کا زوال فریسی قوم کا زوال ہے۔ فرانس کے اہل بصیرت محسوس کر رہے ہیں کہ اگر اسی رفتار سے ان کی آبادی گھٹتی رہی تو ایک روز فریسی قوم صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ مردم شماری کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۱ء کے مقابلہ میں ۱۹۲۶ء میں فرانس کی آبادی ۲۱ لاکھ کم ہو گئی۔ ۱۹۲۶ء میں ۵ لاکھ کا اضافہ ہوا لیکن وہ زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کی درآمد کا نتیجہ تھا۔ فرانس میں اجنبی قوموں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے یہاں تک کہ آبادی کا ۱۲ فی صدی اجنبی حصہ بنی ہے۔ یہ فریسی قوم کے لیے اور بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ قوم پرستی کے موجودہ دور میں اجنبی آبادی کا بڑھنا اور وطنی آبادی کا گھٹنا قومی زندگی کے لیے تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ فرانس میں ایک

زبردست تحریک (National Alliance for the Increase of

Population) کے نام سے اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے شروع ہو گئی ہے۔ حکومت نے ضبط ولادت کی تعلیم اور نشر و اشاعت کو قانوناً ممنوع قرار دیا ہے۔ آبادی بڑھانے کے لئے تقریباً ایک درجن قوانین نافذ کیے گئے ہیں جن کی رو سے زیادہ بچے پیدا کرنے والے خاندانوں کے مالی امداد دی جاتی ہے، ٹیکس میں کمی کی جاتی ہے، تنخواہیں مزدوریاں اوپر نشیں زیادہ دی جاتی ہیں۔ ان کے لیے بیل کے کوئے کم کیے جاتے ہیں، حتیٰ کہ انھیں تمنے تک دیے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف شادی نہ کرنے والوں یا بچے نہ رکھنے والے جوڑوں پر (Surtax) لگایا جاتا ہے۔ گویا بعد از خرابی بسیار فریسی قوم کی آنکھ کھلی ہے، اور وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کر رہی ہے جو اس نے قوانین فطرت سے انحراف کر کے ضبط ولادت کی صورت میں کیا تھا۔

جرمنی | نازی جماعت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد آبادی کے بڑھتے ہوئے زوال کو سب سے بڑا خطرہ قرار دیا اور اس کے مدارک کی کوشش کی ایک نازی اخبار نے لکھا کہ :-

”اگر ہماری شرحِ پیدائش اسی طرح گھٹتی رہی تو خوف ہے کہ ایک وقت ہماری قوم بالکل بانجھ ہو جائے گی۔ اور موجودہ نسل کے کاموں کو نبھانے کیلئے نسلیں اٹھنی بند ہو جائیگی“

اس حالت کی اصلاح کے لیے حکومت نے ضبطِ ولادت کی تعلیم و ترویج کو قانوناً روک دیا۔ عورتوں کو کارخانوں اور دفاتروں سے خارج کرنا شروع کیا۔ نوجوانوں کو نواح کی طرف رغبت دلانے کے لیے قرضہ شادی (Marriage loan) کے نام سے قسٹیں دیں، بن بیاہوں اور بے اولادوں پر ٹیکس لگائے۔ اور زیادہ بچے پیدا کرنے والوں پر ٹیکس کم کر دیے۔ ۱۹۳۲ء میں ایک کروڑ پونڈ کے قرضہ ہائے شادی دیے گئے جن سے ۶ لاکھ مردوں اور عورتوں نے فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۳۵ء کے نئے قانون کی رو سے ایک بچہ پیدا ہونے پر انکم ٹیکس میں ۵ فی صدی، دو بچوں پر ۳۵ فی صدی تین بچوں پر ۵۰ فی صدی، چار بچوں پر ۷۵ فی صدی، پانچ بچوں پر ۹۵ فی صدی کمی کی جاتی ہے، اور جب چھ بچے ہوتے ہیں تو پورا انکم ٹیکس معاف کر دیا جاتا ہے۔

اٹلی | موسولینی کی حکومت ۱۹۳۳ء سے آبادی بڑھانے کی طرف خاص توجہ کر رہی ہے ضبطِ ولادت کی نشر و اشاعت قانوناً ممنوع ہے۔ نواح اور تناسل کی ترغیب کے لیے وہ تمام تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں جو جرمنی اور فرانس کے حالات میں بیان کی گئی ہیں۔

سویڈن | حال میں سویڈن کے ایک سابق وزیر (Trygger) نے پارلیمنٹ (Riksdag) میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر سویڈش قوم خودکشی نہیں کرنا چاہتی ہے تو شرحِ پیدائش کی روز افزوں کمی کو روکنے کے لیے فوری تدابیر کرنے کی ضرورت ہے۔ ۱۹۳۲ء سے شرحِ پیدائش کی کمی خوفناک ہو گئی ہے اور آبادی میں اضافہ بند ہو گیا ہے۔ اس تہیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب سویڈش پارلیمنٹ

ایک کمیشن مقرر کرنے والی ہے جو آبادی کی توفیر کے ذرائع دریافت کرے گا۔

اب آپ برتھ کنٹرول سے کافی روشناس ہو چکے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس تحریک کی حقیقت کیا ہے، کن وجوہ سے یہ پیدا ہوئی، کن اسباب سے اس نے ترقی کی، جن ممالک میں یہ رائج ہوئی وہاں اس کے کیا نتائج رونما ہوئے، اور جنہوں نے اس کا اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے وہ اب اس کو کس نچھاورے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں امید ہے کہ برتھ کنٹرول کے متعلق اسلام کا فتویٰ زیادہ سانی کے ساتھ آپ کی سمجھ میں آئے گا، زیادہ گہرائی کے ساتھ ذہن نشین ہوگا۔ اور اس کی مصلحتیں زیادہ روشنی کے ساتھ آپ پر واضح ہوں گی۔

باقی

الجہاد فی الاسلام

تالیف ابوالاعلیٰ مودودی

مسئلہ جہاد پر ایک جامع کتاب جس میں جہاد کی حقیقت اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے قوانین پر مفصل بحث کی گئی ہے، اور آخر میں دنیا کے چار بڑے مذاہب (ہندو مذہب، بودھ مذہب، یہودیت، اور مسیحیت) کی تعلیمات اور دورِ جدید کے مغربی قوانین اسلام کی تعلیمِ جنگ اور جنگی قوانین کا تفصیلی مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے جنگ کو ایک وحشیانہ فعل کے بجائے ایک مقدس اخلاقی فعل بنا دیا۔ ضخامت ۵ سو صفحات قیمت للعبہ انگریزی، للعبہ سکہ عثمانیہ۔ مجلد کی قیمت صمدہ انگریزی ۱۱ روپے سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن - خیریت آباد - حیدر آباد دکن